قانون سازی کے قرآنی اصول

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

۶- اباحت

قرآن حکیم کے اصول تشریع میں ایک اور اصول اباحت کا ہے۔ یعنی کون سی چیزیں حلال ہیں اور کون سی حرام۔ قرآن حکیم نے حلت و حرمت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے یہ اصول دیا ہے کہ وہ اشیا حلال ہیں جو انسانوں کے لیے مطلقاً نفع بخش ہیں یا ان کا نفع ان کے نقصان سے زیادہ ہے یا ان کا فائدہ انسانیت کے بڑے طبقے کو پہنچتا ہے' البتہ حلت و حرمت کا اختیار اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس لیے انسانی قانون سازی میں عقل کی کم مائیگی' خواہشات کی در اندازی کے اثرات اس قدر غالب ہوتے ہیں کہ قانون حلت و حرمت کو اگر انسانی قانون سازی کے سپرد کر دیا جاتا تو یہ بااثر طبقوں کے ہاتھوں میں زیر اثر افراد و طبقات کے استحصال کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہوتا۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے کہ: **وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ** (المومنون ۲۳:۷۱) اگر حق لوگوں کی خواہشات کے تابع ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان سب کچھ تباہ ہو جائے۔

اسی لیے قرآن حکیم نے حلت و حرمت کے اختیار کا قطعی فیصلہ کرتے ہوئے کہا ہے: **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ** (النحل ۱۶:۱۱۶) "اور یونہی جھوٹ جو تمھاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہو گا"۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جاہلیت میں لوگ حلت و حرمت کے خود ساختہ قوانین پر عمل کرتے تھے تاآنکہ اللہ نے اپنے رسول کو مبعوث کیا' اپنی کتاب اتاری۔ انھوں نے کتاب اللہ کے حلال کو حلال اور کتاب اللہ کے حرام کو حرام ٹھہرایا۔ جس چیز کو قرآن نے حلال کیا' وہ حلال ہے اور جسے حرام ٹھہرایا وہ حرام ہے۔ جس کے بارے میں خاموشی اختیار کی اس کے بارے میں معافی اور رخصت ہے۔

اپنی طرف سے حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دینا شرک کے مترادف ہے۔ قرآن حکیم نے اہل کتاب کے بعض افعال پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

انھوں نے اپنے علما اور مشائخ اور مسیح بن مریم کو اللہ کے سوا رب (Lords) بنا لیا حالانکہ انھیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ عدی بن حاتم نے جو پہلے نصرانی تھے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سنی تو کہنے لگے: عیسائی ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا' درست ہے لیکن ان علما و مشائخ نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا اور عام عیسائیوں نے ان کی پیروی کی' یہی تو ان کی عبادت تھی۔ (ترمذی)

قرآن حکیم نے مشرکین کے اس طرزِ عمل کو ایک اور مقام پر ہدف تنقید بنایا ہے' ارشاد ربانی ہے: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (یونس ۱۰:۵۹)

"کہہ دیجیے مجھے بتاؤ' جو رزق اللہ نے تمھارے لیے اتارا اس میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال قرار دے دیتے ہو۔ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تمھیں اس کا اختیار دیا ہے یا تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہو"۔

قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اباحت کا تعلق صرف اشیا سے ہی نہیں ہے بلکہ تمام افعال و تصرفات بھی مباح ہیں بشرطیکہ ان کا تعلق عبادت سے نہ ہو اور ان کے حرام ہونے کے بارے میں تصریح نہ آئی ہو۔ ارشاد ربانی ہے: قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (الانعام ۶:۱۱۹)

"جو چیزیں اس نے تمھارے لیے حرام کی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں"۔

البتہ عبادت کے بارے میں اصول مختلف ہے اور کسی بھی کام کو اپنے طور پر عبادت قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ اسے مباح کہا جا سکتا ہے تاوقتیکہ شارع کی طرف سے نص صریح موجود نہ ہو۔

انھی آیات و احادیث کی وجہ سے ائمہ فقہ اپنے علم' بصیرت اور اجتہادی صلاحیت کے باوجود فتویٰ دینے سے گریز کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف مراجعت کرنے کو کہتے تھے۔ مبادا حلت و حرمت کے مسائل میں ان سے غلطی سرزد ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد بن حنبل اور امام ابن تیمیہ سے اسی طرح کی روایات ہیں۔ اس سے مجتہدین فقہا کے ورع' تقویٰ' خوف و خشیت کا اندازہ ہوتا ہے (یوسف القرضاوی ۲۱-۲۷)

قرآن حکیم نے حلت و حُرمت کے بارے میں جو احکام بیان کیے ہیں ان کی روشنی میں قرآن حکیم کا

حلال و حرام کا فلسفہ بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ قرآنی احکام کا خلاصہ یہ ہے: خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ ۲:۲۹) "زمین میں جو کچھ ہے اللہ نے تمھارے نفع کے لیے پیدا کیا"۔

ایک اور مقام پر قرآن حکیم نے حرام امور گنواتے ہوئے شرک' والدین سے بدسلوکی' قتل اولاد' بے حیائی اور فحاشی' بے گناہ کو قتل کرنا' یتیم کے مال پر دست درازی' ناپ تول میں کمی' بے انصافی' وعدہ خلافی اور فرقہ بندی کو حرام قرار دیا ہے (الانعام ۶:۱۵۲-۱۵۴)

قرآن حکیم کا اسلوب یہ بتاتا ہے کہ تمام اشیا اصلاً مباح ہیں بجز ان چند اشیا کے جن کا کسی نہ کسی طرح کا استعمال منع کر دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کی آیت هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ ۲:۲۹) "وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا وہ سب کچھ جو زمین میں ہے تمھارے نفع کے لیے"۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی ہر چیز انسانوں کے نفع کے لیے پیدا کی گئی اور صرف ان اشیا کی نشان دہی کر دی گئی ہے جن سے کسی خاص نوعیت کا انتفاع درست نہیں تھا۔ مثلاً کھانے پینے کی اشیا: مردار' خنزیر' شراب' جوا وغیرہ۔ اسی طرح مناکحات کے بارے میں قرآن حکیم نے ان عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے جن کے ساتھ نکاح میں دینی ضرر ہے' مثلاً وہ مشرکہ ہیں (البقرہ ۲:۲۲۱) یا عزت و آبرو کا نقصان ہے مثلاً وہ بدکار ہیں (النور ۲۴:۳) وہ بہت قریبی رشتہ دار ہیں (النساء ۴: ۲۲-۲۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس ضمن میں بہت واضح ہے' آپ نے فرمایا:

"اللہ نے کچھ امور فرض کیے ہیں انھیں ضائع نہ کرو' کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو' کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی پردہ دری نہ کرو اور تم پر رحم کرتے ہوئے بغیر بھولے کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے ان کے پیچھے نہ پڑو"۔

قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر مختلف اشیا کی حلت و حرمت بیان کرنے کے بعد ایک اصول دے دیا ہے جس کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا۔ قرآن حکیم میں ہے:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ (المائدہ ۵:۴)

"آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ان کے لیے حلال ہیں' کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال ہیں"۔

قرآن حکیم نے نبی اکرمؐ کے منصب نبوت کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے کہا: "وہ نبی امی انھیں معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور گندی چیزیں حرام کرتا ہے۔ (الاعراف ۷:۱۵۷)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کا سب سے اہم پہلو یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شارع قرار دیا ہے۔ قرآنی تصریحات کے مطابق اللہ نے آپ کو تشریعی اختیارات (legistative powers) عطا کیے۔ امر و نواہی اور تحلیل و تحریم صرف قرآنی آیات میں منحصر نہیں بلکہ وہ چیزیں جنھیں رسول اللہؐ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے وہ بھی اسی طرح حلال یا حرام ہوں گی جیسے قرآن کی بیان کردہ چیزیں ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اختیارات درحقیقت اللہ کے دیے ہوئے اختیارات ہیں اور آپ کا دیا ہوا قانون، قانون خداوندی کا حصہ ہے۔ اسلام کے قانون حلت و حرمت کی مزید وضاحت آپؐ کے اس ارشاد گرامی کی روشنی میں کی جا سکتی ہے کہ:

"حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح، ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں جنھیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے وہ اپنا دین اور اپنی عزت بچا لیتا ہے اور جو مشتبہ سے احتراز نہیں کرتا حرام کا ارتکاب کر گزرتا ہے، اس چرواہے کی طرح ہے جو اپنا ریوڑ ممنوعہ چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے، کسی بھی وقت جانور اس میں منہ مار سکتے ہیں"۔

گویا لسان نبوت نے واضح کر دیا کہ جن اشیا کا نفع واضح ہے وہ حلال محض ہیں اور جن کا نقصان واضح ہے وہ حرام محض ہیں۔

۷۔ ازالہ ضرر

قرآن حکیم کے اصول تشریع میں ایک اہم نکتہ ازالہ ضرر ہے۔ اگرچہ اسے عدم حرج اور قلت تکلیف کے عنوانات کے تحت لایا جا سکتا ہے تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر، جیسا کہ آیندہ سطور سے واضح ہوگا اسے مستقل عنوان دیا گیا۔ ضرر کے درجات کا تعین آسان نہیں ہے البتہ انسانی معاشرہ قدیم ترین عہد سے آج تک اس امر پر متفق ہے کہ اہم ترین ضرر، جن کا ازالہ ہر دور میں قانون کے اولیں مقاصد میں ہوتا ہے، پانچ ہیں:

۱۔ ضرر نفس ۲۔ ضرر مال ۳۔ ضرر عزت ۴۔ ضرر عقل ۵۔ ضرر دین۔

اسلامی شریعت کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے، انھی اقسام ضرر کے ازالے کے مثبت پہلو کو مقاصد شریعہ (objectives of law) کہتے ہیں۔ شاطبی نے مقاصد شریعہ پر بحث کرتے ہوئے پانچ چیزوں کو شریعت کے مقاصد قرار دیا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ تحفظ نفس ۲۔ تحفظ مال ۳۔ تحفظ عزت ۴۔ تحفظ عقل ۵۔ تحفظ دین۔

اگر مقاصد شریعت کو اسلام کی مقرر کردہ انتہائی سزاؤں کے تناظر میں دیکھا جائے تو سمجھنے میں مزید آسانی ہوتی ہے۔ اسلام نے صرف چند ایک جرائم کی انتہائی سزائیں متعین کی ہیں جنھیں قصاص اور حدود کا نام دیا گیا ہے۔ باقی جرائم کی سزائیں کتاب و سنت نے خود مقرر کرنے کے بجائے قانون سازی کا اختیار افراد امت

کو دیا ہے۔ انسانی زندگی کے خلاف ہونے والا انتہائی جرم، قتل نفس ہے۔ اس لیے اس کی انتہائی سزا قصاص مقرر کی گئی ہے۔ مال کے خلاف انتہائی جرائم چوری اور ڈاکہ ہیں۔ ان کی انتہائی سزائیں ہاتھ کاٹنا، قتل، سولی پر لٹکا دینا، مخالف سمتوں سے ہاتھ پاؤں کاٹ دینا یا قید کر دینا ہے۔ عزت و آبرو کے خلاف جرائم میں بدکاری اور قذف شامل ہیں۔ بدکاری کی سزا ۱۰۰ کوڑے اور قذف کی ۸۰ کوڑے ہیں۔ عقل کے خلاف جرم کی نوعیت یہ ہے: کسی ایسی نشہ آور چیز کا استعمال جس سے حواس مختل ہو جائیں، عقل پر پردہ پڑ جائے اور نیک و بد کی تمیز ختم ہو جائے۔ اس کے لیے ۸۰ کوڑے سزا مقرر کی گئی ہے اور دین کے خلاف جرم، ارتداد (Apostasy) ہے جس کی سزا موت ہے۔ گویا انتہائی ضرر کے ازالے کے لیے انتہائی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ ذیل میں، مذکورہ بالا پانچ اشیا سے ضرر کے ازالے کے لیے قرآن حکیم نے جو ہدایات دی ہیں ان کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

۱- تحفظ جان

انسانی جان کے تحفظ کے لیے دو طرح کے اہتمام کیے گئے ہیں: ۱- اثباتی ۲- سلبی۔

اثباتی اہتمام میں اولاً تو نسل انسانی کے تحفظ و بقا کے لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ اس کائنات کو انسانی زندگی کے لیے ہمہ وجوہ سازگار بنایا گیا ہے اور وہ تمام اسباب و وسائل مہیا کر دیے گئے جو انسانی زندگی کی بقا اور ارتقا کے لیے ضروری تھے۔ خود انسان کے اندر ایسی قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کر دی گئیں جو اس کے تحفظ اور دوام کے لیے ضروری ہیں۔ مرد اور عورت کی فطری صلاحیتوں میں اختلاف اور ان میں باہمی کشش اور محبت کو نسل انسانی کو پروان چڑھانے کی ضمانت بنا دیا۔

جس وقت سے رحم مادر میں نئے انسانی وجود کی تشکیل شروع ہوتی ہے اسی وقت سے اس کے تحفظ و بقا کا قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔ مطلقہ عورت کے بارے میں قرآن حکیم نے کہا ہے کہ: وَاِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۶۵:۶) "اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرو تاآنکہ وضع حمل (delivery) ہو جائے"۔

اور ولادت کے بعد اگر: "وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور آپس میں خوشگوار روابط رکھو اور اگر ناموافقت کرنے لگو تو بچے کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے" (الطلاق ۶۵:۶)۔ حمل اور رضاعت کے دوران نہ صرف کھانا پینا بلکہ مطلقہ کے لباس کی ذمہ داری بھی بچے کے باپ پر ہے۔ (البقرہ ۲:۲۳۳)۔ یہ ذمہ داری اس حد تک ہے کہ مرد کے علم اور اطلاع کے بغیر بچے کی ماں اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات شوہر کے مال سے لے سکتی ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اگر کسی بچے کا باپ وفات پا جائے اور کفالت کا کوئی انتظام نہ ہو تو قریبی رشتے داروں پر فرض عائد ہوگا

کہ وہ بچے کی کفالت کریں اور اگر دوسرا کوئی انتظام نہ ہو تو حکومت سرکاری خزانے سے کفالت کا انتظام کرے گی لیکن ایک انسانی جان کو کسی قیمت پر ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔

انسانی جان کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے حلال و حرام کے باب میں قرآن حکیم نے صراحت کی ہے کہ صرف چند اشیا ممنوع کی گئی ہیں اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ان کا استعمال انسانی زندگی اور صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ باقی تمام اشیا مباح ہیں تاکہ انسان کو اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے میں کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ان قوانین سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ انسانی نسل کے تحفظ کی قرآن حکیم نے کس حد تک ضمانت دی ہے اور اس کے لیے آخری حد تک اثباتی اقدام کیے ہیں۔

اب رہا سلبی پہلو تو اس کا تعلق اس امر سے ہے کہ اگر کوئی شخص واقعتاً کسی کو ضرر پہنچاتا ہے تو اس کے لیے ایسی سزا رکھی جائے تاکہ معاشرے سے ضرر رسانی کے رجحان کا قلع قمع ہو سکے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے نسل انسانی کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے قتل ناحق کو بہت بڑا جرم قرار دیا اور اس کے لیے قصاص کا اصول دیا ہے اور یہ بتایا کہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (البقرہ ۲:۱۷۹) "تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے"۔ اسی طرح اگر انسانی جان کو نقصان پہنچانے کے لیے قتل سے کم درجے کا جرم کیا جاتا ہے تو قرآن حکیم نے یہ قانون دیا ہے کہ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (المائدہ ۵:۴۵) "اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ"۔

انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ اسلام نے جنگ کے قواعد و ضوابط مقرر کیے جس کے تحت دشمن ملک کی عام آبادی، غیر فوجیوں، بوڑھوں، بچوں، عورتوں، مذہبی رہنماؤں اور عملی طور پر جنگ میں حصہ نہ لینے والوں کو جان کا تحفظ دیا گیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اسلام عین حالت جنگ میں بھی نسل انسانی کے تحفظ کا ہدف ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

تحفظ مال و ملکیت

قرآن حکیم نے مال کو انسانوں کے لیے وجہ قیام قرار دیا ہے۔ انسان کی جسمانی ضرورتوں کو پورا کرنے اور جسمانی زندگی کو بقا دینے کے لیے اللہ نے مال پیدا کیا اور فرمایا: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (النساء ۴:۵) "بے وقوفوں کو اپنے وہ مال نہ دو جنھیں اللہ نے تمھارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے"۔

اسی وجہ سے مال کی محبت اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھ دی ہے۔ نہ صرف ضروریات زندگی کی حد تک بلکہ آسائش اور زیب و زینت کی چیزوں کی محبت انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی فطرت انسان کی تصویر کشی قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کی ہے:

"لوگوں کے لیے ان کی خواہشات کی محبت خوشنما کر دی گئی ہے یعنی عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے

ڈھیر' عمدہ گھوڑے' چوپائے اور کھیتیاں' یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہے"۔ (آل عمران ۳:۱۴)

اس آیت میں زین کا صیغہ مجہول (passive form) اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ ان اشیا کی محبت انسان نے خود اپنے اختیار سے اپنے اندر پیدا نہیں کی بلکہ یہ میلان اور محبت انسان کے خالق نے اس کی طبیعت اور جبلت میں رکھ دی ہے۔ البتہ محبت کے بارے میں عام قاعدہ یہ ہے کہ محبت انسان کی شعوری سوچ کو متاثر کرتی ہے اس لیے یہ انتباہ بھی کر دیا ہے کہ: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (الانفال ۸:۲۸) " تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھارے لیے وجہ آزمایش ہے"۔

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام اور اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد کے تقاضے پورے کرنے کے مقابلے میں اپنے مال کو ترجیح دیتا ہے اس کا انجام کبھی بخیر نہیں ہو سکتا"۔ (التوبة ۹:۲۴)

مال اللہ کی نعمت ہے لیکن یہ عزت کا معیار نہیں ہے۔ (الانفال ۸:۲۶' بنی اسرائیل ۱۷:۶' التوبة ۹:۵۵' آل عمران ۳:۱۹۶' الزخرف ۴۳:۳۳-۳۴) بلکہ مال کی محبت انسان کو ذلت کی انتھاہ گہرائیوں میں گرا دیتی ہے۔ (الھمزة ۱۰۴:۱-۹)

اسلام میں ملکیت کے تصور کو قرآنی تصریحات کی روشنی میں دیکھا جائے تو سب سے اہم بات یہ سامنے آتی ہے کہ:

کائنات کی کوئی چیز بھی اصلاً انسان کی ملکیت نہیں ہے۔ ایک حقیر ذرے سے لے کر کائنات کی بڑی سے بڑی چیز تک کسی بھی شے پر انسان کو مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہیں حتیٰ کہ انسان اپنی جان' زندگی اور اعضا بدن کا خود مالک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی شخص کو یہ استحقاق حاصل نہیں کہ اپنی جان تلف کر دے' کسی کو پیشگی اپنا خون معاف کر دے بلکہ اگر کسی شخص کی زمین میں زائد از ضرورت گندم پیدا ہوتی ہے تو اسے یہ حق نہیں کہ اپنی گندم جلا ڈالے' سمندر میں پھینک دے یا کسی اور طریقے سے ضائع کر دے کیونکہ قرآن حکیم کی رو سے انسان کی جان' اعضا و جوارح (life and limbs) قوتیں اور صلاحیتیں' مادی اسباب و وسائل سب کچھ اللہ کی ملکیت ہے اور انسان کے پاس بطور امانت ہے۔

انسان کو مال کے بارے میں جو تصرفات کا اختیار حاصل ہے ان کے لیے قرآن حکیم نے وراثت کا لفظ استعمال کیا ہے: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (الاعراف ۷:۱۲۸) "زمین اللہ کی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے"۔

وراثت میں جو سب سے بڑی حقیقت پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ وراثت انسان کو اپنے آباو اجداد سے ملتی ہے۔ گویا وراثت کا لفظ استعمال کر کے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ وسائل تم سے پہلے کسی اور کے تصرف میں تھے اور تمھارے بعد کسی اور کے تصرف میں ہوں گے۔ تھوڑے دنوں کے لیے تمھیں

حق تصرف دیا گیا ہے تاکہ تمھاری آزمایش ہو جائے کہ تم اسے کس طرح استعمال کرتے ہو۔

حقِ ملکیت میں فرد اور اجتماع کی رعایت

اسلامی قانون ملکیت میں فرد اور اجتماع دونوں کی بھلائی، اصلاح اور خیرخواہی پیش نظر رکھی گئی ہے۔ فرد اور اجتماع کے حقوق میں اس قدر توازن ہے کہ فرد کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے بشرطے کہ اس کے حق ملکیت سے معاشرے کو نقصان نہ پہنچے اور معاشرے کو مکمل اختیارات دیے گئے ہیں بشرطے کہ ان کی وجہ سے فرد کے مفادات متاثر نہ ہوں۔ اسلام نے انتہائی جامع الفاظ میں یہ اصول بیان کیا ہے: "اسلام میں نہ اپنا نقصان نہ کسی دوسرے کا" (مسند احمد عن ابن عباس)

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عمر فاروقؓ کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر والوں سے پانی مانگا۔ انھوں نے پانی نہ دیا اور وہ شخص پیاس سے مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص کے خون کی ذمہ داری اس گھر پر ڈال کر ان سے اس کی دیت دلائی (ایضاً)۔

اس واقعہ کا دوسرا پہلو دیکھا جائے تو وہ یہ ہے کہ پانی اس گھر کی ملکیت تھا اور مسافر کا پانی میں حق نہیں تھا۔ اہل خانہ کو اپنی ملکیت کے تحفظ اور کسی بھی دوسرے شخص کو اس کے استعمال سے روکنے کا استحقاق تھا لیکن اسلامی قانون: "چھوٹے نقصان کو برداشت کر کے بڑا نقصان دور کیا جائے"" اس امر کا متقاضی ہے کہ انتہائی ضرورت کے وقت حق ملکیت کا تقدس ختم کر کے مال غیر میں تصرف کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی قانون ملکیت اراضی میں شفعہ کا جواز اسی اصول پر ہے۔ یحییٰ بن آدم القرشی نے بیان کیا ہے کہ ضحاک بن خلیفہ انصاری کی زمین تھی۔ اس میں پانی پہنچانے کے لیے محمد بن مسلمہ کے باغ سے پانی گزارنا پڑتا تھا اور محمد بن مسلمہ اس کی اجازت نہیں دیتے تھے جس کے نتیجے میں ضحاک کی زمین بنجر ہو رہی تھی۔ معاملہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں پیش ہوا۔ آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلا کر پوچھا:

کیا اس میں تمھارا کوئی نقصان ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں۔

آپ نے فیصلہ سنا دیا: اللہ کی قسم اگر پانی گزارنے کے لیے تمھارے پیٹ کے سوا اور کوئی راستہ نہ ہو تو تمھارے پیٹ پر سے گزار دوں گا (کتاب الخراج)

سمرہ بن جندب کی ایک کھجور ایک انصاری کے احاطے میں تھی۔ حضرت سمرہ اور ان کے اہل خانہ کھجوریں توڑنے آتے تو انصاری کو زحمت ہوتی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے سمرہ کو بلا کر کہا کہ کھجور فروخت کر دو، وہ نہ مانے۔ آپ نے فرمایا کاٹ دو، انھوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ہبہ کر دو اور اس کا بدلہ جنت میں لے لو، انھوں نے قبول نہ کیا تو آپ نے کہا: تم دانستہ

نقصان پہنچا رہے ہو' اور انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس کی کھجور کاٹ دو۔ (ابوداؤد' کتاب الاقضیہ' ۳:۲۱۵)

تحفظ ملکیت کے اقدامات

انسانی زندگی کی بقا کے لیے مال کی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم نے تحفظ ملکیت کے قوانین وضع کیے اور ایسے حالات پیدا کرنے کی طرف انسانی معاشرے کی رہنمائی کی جس میں کوئی ایسا طبقہ پیدا نہ ہو جو زبردستی دوسروں کے اسباب معاش اور وسائل رزق پر قبضہ کر کے انھیں بنیادی ضرورتوں یا ضروری آسائشوں سے محروم کر دے۔ ارشاد ربانی ہے: "ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ اور اسے حاکموں تک نہ پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ جان بوجھ کر کھا جاؤ (البقرہ ۲:۱۸۸)

قرآن حکیم نے ربو کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں دوسرے کی ضرورت یا مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی رضامندی کے بغیر اس سے مال حاصل کیا جاتا ہے۔ ایسے معاشرے کی تشکیل کرنا اور اس طرح کے حالات پیدا کرنا کہ لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے سود پر قرض لینے پر مجبور ہو جائیں' اسلامی نظام سے بغاوت ہے جس کی سنگین سزا سورۃ المائدہ کی آیت حرابہ (المائدۃ ۵:۳۳) میں بیان کی گئی ہے۔

اہل کتاب کے علما و مشائخ کو دوسروں کے مال ناجائز طریقے سے کھانے کی پاداش میں دنیوی اور اخروی سزائیں سنائی گئیں (النساء ۴:۱۶۱' التوبۃ ۹:۳۴)

کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر کھانے کا ایک طریقہ چوری بھی ہے۔ چوری کرنے کی سزا بتاتے ہوئے قرآن حکیم نے کہا ہے:

"چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت جو بھی ہو ان کے ہاتھ کاٹ دو' ان کے عمل کی عبرت ناک سزا ہے اللہ کی طرف سے" (المائدہ ۵:۳۸)

ڈاکے کے ذریعے کسی کے مال کو ہتھیانے کی سزا اس سے بھی سنگین ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی دی جائے' یا ان کے مقابل ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیا جائے' یہ تو ہے ان کی دنیا میں رسوائی اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے (المائدہ ۵:۳۳)۔

تحفظ مال کے سلسلے میں قرآن حکیم نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا ہے کہ جو لوگ اپنا دفاع خود نہیں کر سکتے ان کے مال کو دوسروں کی نسبت زیادہ تحفظ فراہم کیا جائے۔ یتامیٰ کے لیے اپنے مال کا تحفظ مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے انؑ کے مال کے تحفظ کے بارے میں سخت احکام ہیں (النساء ۴:۲-۱۰' الانعام ۶:۱۵۲)۔ اور جو شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے (بخاری)

ان احکام سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مال کے سلسلے میں لاحق ہونے والے ضرر کے ازالے کے لیے کس قدر جامع قانون سازی کی گئی ہے۔

تحفظ عزت و ناموس

بالعموم انسانی معاشروں میں عزت و ناموس کو زندگی اور مال و دولت پر بھی ترجیح حاصل ہوتی ہے اور افراد معاشرہ عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم نے انسانی مقام و منصب کو بہت احترام دیا ہے اور اس کے ابنائے جنس میں سے بھی کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ کوئی ایسا اقدام کرے جس سے کسی دوسرے شخص کی عزت نفس مجروح ہو۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (الحجرات ۴۹:۱۱) "اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ نیز فرمایا: "اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، تم ایک دوسرے کی برائی پیٹھ پیچھے بیان نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اسے پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا مردہ گوشت کھائے، تم اس سے نفرت کرتے ہو (الحجرات ۴۹:۱۲)

عزت و ناموس کو ضرر پہنچانے والی بدترین چیز بدکاری یا بدکاری کا جھوٹا الزام ہے جس کے نتیجے میں کسی بھی فرد کے، جس کے والدین پر الزام ہو، سلسلہ نسب کی صحت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس ضرر کو دور کرنے کے لیے قرآن حکیم نے بہت اہتمام کیا ہے۔

۱۔ قرآن حکیم نے مرد اور عورت کے آزادانہ جنسی تعلقات پر پابندی عائد کر کے اسے نکاح کے ساتھ مقید کر دیا ہے تاکہ جس معاشرے میں وہ افراد رہتے ہوں اسے معلوم ہو کہ اس جوڑے کا اکٹھا رہنا قانونی ہے۔ ان کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد جائز ہے اور وہ معاشرے میں عزت کے مقام کی مستحق ہے۔

۲۔ قرآن حکیم نے رشتہ ازدواج کو محض قانونی رشتہ قرار نہیں دیا بلکہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے وجہ سکون اور اسے دو خاندانوں کے درمیان باہمی محبت و مودت کا رشتہ قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھی میں سے تمھارے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس راحت حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان مودت و رحمت کا ذریعہ بنایا۔ (الروم ۳۰:۲۱)

۳۔ میاں بیوی کے باہمی حقوق و فرائض کا اس طرح تعین کیا کہ کسی فریق کو دوسرے سے کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ (البقرہ ۲:۲۲۸)

"بیویوں کے حقوق ہیں اسی طرح جیسے کہ ان کے فرائض ہیں"۔

۴۔ مرد اور عورت فطری اور خلقی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور دونوں اپنی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ چونکہ ان دونوں کے وظائف الگ الگ ہیں اس لیے ان میں تقسیم کار کے اصول کے تحت مرد کو انتظام میں اور عورت کو احترام میں برتری دی گئی۔

"مرد عورتوں کے لیے نگہبان ہیں۔ اس لیے خدا نے بعض کو بعض سے افضل بنایا اور اس لیے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں، پس جو نیک بی بیاں ہیں وہ مردوں کا کہا مانتی ہیں، ان کی غیر حاضری میں ان چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں جن کی اللہ نے حفاظت کی ہے"۔ (النساء ۴:۳۴)

۵۔ خواتین بالعموم فطرتاً کمزور ہوتی ہیں اور مرد تنوع پسند جس کے نتیجے میں تعلقات میں کشیدگی پیدا ہونے کے امکانات ہو سکتے تھے۔ اس لیے خواتین کو بہتر گھریلو ماحول مہیا کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا گیا کہ: "اے ایمان والو! تمھارے لیے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور انھیں روکے نہ رکھو اس نیت سے کہ جو تم نے انھیں دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے سکو۔ ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کا ارتکاب کریں تو انھیں گھروں میں روکے رکھنا درست ہے اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی پیدا کر دے اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنا چاہو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ مت لینا۔ کیا تم بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے اس سے مال واپس لینا چاہتے ہو۔ اور تم دیا ہوا مال کیسے واپس لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کے انتہائی قریب رہ چکے ہو اور وہ تم سے پکا وعدہ لے چکی ہیں"۔ (النساء ۴:۱۹-۲۱)

(جاری)

سمع وبصر کی نئی پیشکش

جہادی ترانوں کا نیا کیسٹ
البدر کے شاہین
آواز: طاہر انقلابی، معاذ اکرم اور مجیب بدساحتی

عظمت جہاد ویڈیو
مجاہدین البدر کے اجتماع: جہاد ریلی اور عظمت جہاد کانفرنس (اپریل ۱۹۹۷ء مظفر آباد)

○ قرآن — ابدی ہدایت — قاضی حسین احمد
○ علم نافع — مولانا گوہر رحمٰن
○ اعمال کا حساب کتاب (درس حدیث) مولانا عبدالمالک
○ سورۂ بقرہ — اہم نکات — خرم مراد

سمع وبصر علی ہائٹس ۹ کمرشل زون کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون: ۵۴۱۱۵۴۶ فیکس: ۵۴۱۹۵۴۱

سید مودودیؒ انسٹی ٹیوٹ

پاکستانی طلبہ کا داخلہ

• میٹرک فرسٹ ڈویژن اور ایف۔اے پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں

ذریعہ تعلیم انگلش اور عربی ہے

پانچ سالہ ڈگری کورس قرآن' تفسیر' حدیث' فقہ' اسلامی تاریخ' اکنامکس' پولیٹیکل سائنس' ایجوکیشن' نفسیات' سوشیالوجی' دور حاضر کی اسلامی دنیا' تحریکات اسلامی' منطق' فلسفہ' بلاغت' عربی ادب' اور صرف و نحو کے علاوہ بی اے تک مروج انگریزی نصاب۔

فراغت کے بعد **كلية الشريعة والثقافة** سے بی اے کی ڈگری دی جاتی ہے جسے پنجاب یونیورسٹی نے بی اے کی ڈگری کے مساوی قرار دیا ہے۔

عربی سکھانے کے لیے عرب اساتذہ

31 جولائی 1997ء تک درخواستیں دی جا سکتی ہیں۔ 11 اگست 1997ء کو داخلہ ٹیسٹ ہو گا۔

فیس داخلہ ایک ہزار (-/1000) روپے ہو گی۔ ماہانہ فیس -/400 روپے اور ہوسٹل کا ماہانہ کرایہ -/400 روپے ہو گا۔ اخراجات طعام -/600 روپے ماہانہ اندازاً

رجسٹرار

سید مودودی انسٹی ٹیوٹ

وحدت روڈ لاہور 54570' فون: 5416694 - 5413517

لٹریچر کا روزانہ کچھ نہ کچھ مطالعہ اپنی عادت بنایئے!

ہر کارکن کے لیے سرمایہ علم و عمل' راہ نما کتاب

مولانا صدر الدین اصلاحی

"اساس دین کی تعمیر"

کا مطالعہ کیجیے

ملک بھر کے تحریکی مکتبوں سے حاصل کیجیے

عطیہ اشتہار:

SEARS International

COMPUTERS, PRINTERS & MONITORS

58, First Floor, Hafeez Centre, Gulberg III, Lahore. Pakistan.

Tel: 92-42-5752247-48, Fax: 92-42-5752249